بسم اللہ الرحمن الرحیم

# نظرات

## مومن خدا کو بھول گئے اضطراب میں!

یہ مصرعہ حکیم مومن خاں مومن دہلوی کی ایک نہایت بلند غزل کے مقطع کا آخری مصرعہ ہے پورا شعر یہ ہے۔

پیہم سجود پائے صنم پر دمِ وداع　　　مومن خدا کو بھول گئے اضطراب میں

اگر آپ لفظ "مومن" سے شاعر کا تخلص نہیں بلکہ اس سے مراد اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لیں تو دیکھئے آج یہ مصرعہ کس طرح ان مسلمانوں پر صادق آ رہا ہے جو بد حواس ہو کر پاکستان بھاگ رہے ہیں

---

جن بھائیوں کے گھر اور کاروبار فسادات میں برباد ہو گئے ہیں یا ان کے کسی عزیز و قریب کو جانی نقصان پہنچا ہے اور اب بظاہر اسباب ان کے لئے دوبارہ یہاں زندگی کا نیا تجربہ شروع کرنے کا سامان بھی نہیں ہے اگر وہ ترک وطن کر رہے ہیں تو انھیں معذور سمجھا جا سکتا ہے لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ جنھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے وہ بھی اپنا سب کچھ چھوڑ کر جا رہے ہیں یا جانے کے لئے پر تول رہے ہیں

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

یہ صورتِ حال انتہائی افسوسناک اور خاص طور پر مسلمان کہلانے والی قوم کے لئے حد درجہ شرم اور ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔ جس قوم سے اجتماعیت کی روح مفقود ہو جاتی ہے اس کا حال یہی ہو جاتا ہے کہ جہاں کسی نے پش کیا اور جہاں جس کا سینگ سمایا چلا گیا قرآن مجید نے اس کو فتذهب ریحکم یعنی ہوا اکھڑنے سے تعبیر کیا ہے۔

---

ایک مسلمان کا بنیادی عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی پتہ بھی بغیر حکم خدا کے نہیں کھڑکتا پس اگر یہ صحیح ہے تو انھیں سمجھنا چاہئے کہ کسی مسلمان کے لئے خدا کا جو حکم مقدر ہو چکا ہے وہ اس سے کہیں بھی نہیں بچ سکتا جو لوگ فسادات میں برباد ہو گئے ہیں ان کے لئے حکم خدا یہی تھا اگر

وہ بجائے بھارت کے پاکستان میں ہوتے تو یہ بربادی ان کو وہاں بھی پہنچتی اور اسی طرح جو لوگ پاکستان میں محفوظ ہیں ان کے لئے قدرت کا فیصلہ یہی تھا اگر وہ بجائے پاکستان کے بھارت میں ہوتے تو یہاں بھی اسی طرح محفوظ رہتے فسادات ایک طرح کی آفت آسمانی ہیں۔ وبائیں پھیلتی ہیں۔ زلزلے آتے ہیں۔ سیلاب امنڈتے ہیں جن کی قسمت میں بربادی ہوتی ہے وہ ان کا شکار بن جاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں جن کی تقدیر میں سلامتی ہوتی ہے وہ بچ رہتے ہیں "جس کو مولا راکھے وہ رہے کیل لاگ" ان کا نتیجہ یہ تو کہیں نہیں ہوتا کہ طاعون آگرہ میں پھیلا ہوا اور شہر چھوڑ چھوڑ کر دہلی والوں نے بھاگنا شروع کر دیا ہو، سیلاب جمنا میں آیا ہوا اور گنگا کے کنارہ پر رہنے والوں نے رخت سفر باندھ لیا ہو

---

اگر مسلمانوں کو اپنے حی وقیوم خدا پر بھروسہ اور اسلام کی حسن تقدیر کا یقین ہو تو انھیں باور کرنا چاہیئے کہ موجودہ دور ابتلاء و آزمائش ان کی ملی زندگی کا کوئی انوکھا اور نرالا حادثہ نہیں ہے ملت بیضاء کے کاروان کو اپنی پورے چودہ سو سال کی زندگی میں اس جیسے بلکہ اس سے کہیں زیادہ بھیانک۔ خونیں اور ہولناک سینکڑوں انقلابات کے دروازہ سے گذرنا پڑا ہے اور اس قسم کے مواقع پر جب کبھی انھوں نے اللہ پر بھروسہ کر کے پورے عزم و ہمت کے ساتھ ان حوادث کا مقابلہ کیا ہے وہ ہمیشہ اس میں کامیاب رہے ہیں اگر یہ سچ ہے کہ اسلام اس عالم آب و گل میں رب السموٰت والارض کا آخری فرمان ہے اور مسلمان اس کے حامل اور علم بردار ہیں تو دنیا کی ہر فتنہ پرور طاقت کو یقین رکھنا چاہیئے کہ جب تک یہ آسمان روئی کے گالوں کی طرح فضاؤں میں نہیں اڑتا۔ اور زمین شق نہیں ہوتی اس وقت تک نہ اسلام فنا ہو سکتا ہے اور نہ مسلمان!

---

کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ انسان خواہ کہیں اور کسی ملک میں رہے بہرحال کامیاب زندگی بسر کرنے کے صرف دو ہی اصول ہیں ایک خدا پر کامل بھروسہ اس سے دلی لگاؤ اور دوسرے اس کے سب بندوں کے ساتھ بلاتفریق مذہب وملت محبت اور ان کی خدمت و خیرخواہی کا جذبہ۔ اگر یہ اوصاف پائے جائیں تو ایک شخص اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی عزت سے رہ سکتا ہے ورنہ دوستوں اور ہم مذہب لوگوں کے ساتھ بھی سکھ کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ نفرت اور

بغض و عداوت رکھنے کا انجام ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اگر انسان اپنے اس جذبہ کی تسکین میں کامیاب ہوتا ہے تو بعد میں جب اس کے ہوش و حواس ٹھکانہ ہوتے ہیں وہ اپنی حرکات پر خوش ہونے کے بجائے نادم اور پشیمان ہوتا ہے اور اگر اس جذبۂ نفرت کی تسکین میں اسے ناکامی ہوتی ہے تو وہ بزدل اور ڈرپوک بن جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے سایہ سے بھی ڈر کر بھاگنے لگتا ہے۔ اس کے برخلاف محبت۔ خلوص اور جذبۂ خدمت و خیرخواہی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامیابی پر اس کا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے اور ناکام رہنے پر دل شکستہ نہیں ہوتا اور شکست کھا کر بھی اُس کے دل میں بزدلی اور کم ہمتی راہ نہیں پاتی اس کا ضمیر اور اس کا دماغ بہرحال مطمئن رہتا ہے۔

خدا پر بھروسہ اور خلق خدا کی خیر خواہی، دوراں سے محبت۔ صرف یہی دو ہتھیار تھے جن سے مسلمانوں نے اپنے خون آشام دشمنوں کے دل فتح کئے اور جو ان کی جان کے درپے تھے وہ ان پر اپنی جان چھڑکنے لگے چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک نعمتِ عظمیٰ کی حیثیت سے بیان فرمایا ہے

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب کہ تم آپس میں دشمن دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اس کے کرم سے بھائی بھائی ہو گئے

اگر مسلمان بجائے گھبرانے اور بدحواس ہونے کے ان دونوں اوصاف کو اپنے کیرکٹر کا جزبنا لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ جو اب تک ہوتا چلا آیا ہے وہ آج پھر نہ ہو۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً وَاللَّهُ قَدِيرٌ

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت پیدا کر دے اور اللہ بڑی قدرت والا ہے

---

جن لوگوں نے مغربی بنگال کے گذشتہ فسادات میں سکھوں اور بہتیرے ہندوؤں کو اپنی جان پر کھیل کر مسلمانوں کی مدد کرتے دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ دلوں کو بدلتے دیر نہیں لگتی اور اگر اس ملک اور اس قوم کو زندہ رہنا ہے تو لازمی طور پر انھیں دل بدلنے اور دماغ صاف کرنے ہی ہوں گے پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے دلوں کو مضبوط رکھیں اور خواہ مخواہ اپنے وطن عزیز سے بھاگ کر پناہ گزینی کی الم انگیز زندگی اختیار نہ کریں زندگی کہیں بھی ہو یوں